

شاہان مغلیہ کے کتب خانے کی لندن منتقلی

معین الدین عقیل

”برٹش لائبریری“ لندن میں ”دہلی کلکشن“ ہندوستانی مخطوطات کا ایک نہایت اہم ذخیرہ ہے۔ جو مغل حکمرانوں کے شاہی کتب خانے کی ان باقیات پر مشتمل ہے جو ۱۸۵۸ء تک جیسے تیسے قلعہ معلیٰ میں باقی رہ گئی تھیں۔ اور ایک اندازے کے مطابق شہنشاہ اکبر (۱۵۵۶ء۔ ۱۶۰۵ء) کے عہد میں جس شاہی کتاب خانے میں ۲۴ ہزار مخطوطات موجود ہوں۔ ان میں سے صرف ۳۷۱۰ مخطوطات محفوظ رہے اور انڈیا آفس لندن میں منتقل ہوئے۔ ۲

مغل حکمرانوں کو چاہے ان کی زندگی اور ان کا عہد حکمرانی کیسی ہی آزمائشوں، لشکر کشیوں اور مشکلات و مصائب ہی میں کیوں نہ گزرا ہو، انہوں نے اپنے ذوق مطالعہ اور کتب دوستی اور کتب داری کا ثبوت بھی دیا ہے۔ جب کہ بعض حکمران تو تصنیف و تالیف اور حاشیہ نویسی کا شوق بھی رکھتے تھے۔ ہندوستان میں مغلیہ حکومت کے بانی بابر (۱۵۲۶ء۔ ۱۵۳۰ء) کو نہ صرف مطالعے اور کتاب داری کا شوق تھا بلکہ وہ تو صاحب دیوان شاعر اور اپنی یادداشتوں اور دیگر کتابوں کا مصنف بھی تھا۔ ۳ شاہی کتب خانے کا قیام بھی اسی کے ذوق و جستجو کے نتیجے میں عمل میں آیا۔ روایت ہے کہ وہ ہندوستان آتے ہوئے اپنے اسلاف کے نوادرات اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ کتابوں کے تحائف وہ بڑے شوق سے قبول کرتا اور جب فتوحات میں کتب خانے ہاتھ لگتے تو وہ انہیں بلا تکلف شاہی کتاب خانے میں ضم کر لیتا اور شہزادوں میں بھی تقسیم کرتا۔ ۴ چنانچہ جب اس کے فرزند ہمایوں (۱۵۳۰ء۔ ۱۵۵۶ء) نے تخت سنبھالا تو وہ بھی شاہی کتب خانے میں اضافے

اور ترقی کا باعث بنا۔ ریاضی، نجوم اور علم ہیئت سے اسے خاص دلچسپی تھی اس مناسبت سے اس نے ان علوم پر کتابوں کو جمع کرنے کا خصوصی اہتمام کیا۔ اسے ادب سے بھی شغف تھا اور شاعری کا ذوق بھی رکھتا تھا۔ ۵

شاہی کتب خانے کو اکبر کے عہد میں مزید فروغ حاصل ہوا۔ اس نے مختلف ذرائع سے کتابیں حاصل کرنے اور جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اہل قلم جو کتابیں تحریر کرتے ان کا ایک نسخہ کتب خانے میں ضرور بھیجا کرتے۔ فتوحات اور تحفوں کی صورت میں جو کتابیں موصول ہوتیں۔ یا امراء کے ذاتی کتب خانے بھی ان کے انتقال کے بعد شاہی کتب خانے میں داخل کر لیے جاتے۔ فیضی کے انتقال کے بعد اس کی ۴۶۰۰ کتابیں بھی کتب خانے میں داخل کر لی گئیں۔ ۶ ہر سال حج کے جو قافلے حجاز جاتے ان کے ذمے وہاں سے کتابیں لانے کا کام بھی ہوتا۔ ان کوششوں کے علاوہ دارالترجمہ کے قیام اور اس کی سرگرمیوں کی وجہ سے بھی اس کتب خانے میں مختلف علوم و فنون اور متعدد زبانوں کی کتابیں جمع کی گئیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں کتب خانہ کیفیت اور کثرت دونوں لحاظ سے دنیا کا اس وقت کا بے مثال کتب خانہ بن گیا۔ بے اس طرح اس میں اس وقت ۲۴ ہزار کتابیں جمع ہو گئیں تھیں۔ جنہیں موضوعات کے اعتبار سے تقسیم کیا گیا تھا۔ ۷ فیضی (۱۵۴۷ء-۱۵۹۵ء) عبدالقادر بدایونی (۱۵۳۶ء-۱۵۹۵ء) بھی اس کتب خانے کے مہتمم رہے۔

اکبر کے بعد جہانگیر (۱۶۰۵ء-۱۶۲۷ء) شاہجہاں (۱۶۲۷ء-۱۶۵۸ء) اور اورنگ زیب (۱۶۵۸ء-۱۷۰۷ء) نے بھی اس کتب خانے کو وسعت دی لیکن مغلیہ حکومت کے دور زوال میں اس روایت میں کوئی مثالی اضافہ نظر نہیں آتا۔ محمد شاہ (۱۷۱۹ء-۱۷۴۸ء) کے عہد تک یہ کتب خانہ اسی حالت میں رہا لیکن بعد میں بے توجہی اور بد نظمی کا شکار ہو گیا۔ اس کی کتابیں دیگر کتب خانوں کی زینت بننے لگیں۔ متعدد کتب خانوں کے مخطوطات پر شاہی مہروں اور دستخطوں کا ثبت ہونا ایک معروف بات ہے۔

۱۸۵۷ء میں مغلیہ حکومت کے سقوط اور قلعہ معلیٰ اور دہلی کی تباہی میں یہ کتب خانہ بھی شدید طور پر متاثر ہوا۔ باقی ماندہ مخطوطات کو حکومت ہند نے محکمہ مال غنیمت کی جانب سے ان کا نیلام کیئے جانے پر ۱۵ ہزار کے لگ بھگ روپوں میں خرید لیا جن میں سے کم اہم مخطوطات کو جن کی تعداد ۱۲۰ تھی، ۱۸۶۷ء میں فروخت کر دیا گیا اور باقی ۳۷۱۰ مخطوطات ۱۸۷۶ء میں انڈیا آفس لندن منتقل کر دیئے گئے۔ ۹ اس طرح یہ کتب خانے جو کبھی ۲۴ ہزار قیمتی کتابوں پر مشتمل تھا نسبتاً غیر اہم مخطوطات کی صورت میں اور محض ۳۷۱۰ کتابوں کی تعداد میں سمٹ کر لندن پہنچ گیا اور اب وہاں ”برٹش اینڈ انڈیا آفس لائبریری“ میں ”دہلی کلکیشن“ کے نام سے موجود ہے۔

افسوس یہ ”دہلی کلکیشن“ برٹش لائبریری میں محفوظ ہونے کے باوجود بعض دیگر ذخائر کی طرح تاحال فہرست سازی، کیٹلاگ سازی اور درجہ بندی کے مراحل سے گزر نہیں سکا۔ اس لیے دیگر مختلف ذخائر کی طرح عام استفادے کے لئے دستیاب نہیں ہے۔ راقم الحروف نے لندن کے اپنے کئی اسفار میں اور برٹش لائبریری کی متعدد ذریعہ رتوں میں اس ذخیرے کے بارے میں جستجو کی۔ لیکن یہ جستجو بے ثمر رہی۔ اتنا علم ہو گیا تھا کہ اس ذخیرے کی ایک فہرست سید علی بلگرامی (۱۸۵۱ء۔ ۱۹۱۱ء) نے اپنے قیام لندن (۱۹۰۲ء) کے دوران رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی ایماء پر مرتب کی تھی لیکن یہ فہرست بھی کوشش کے باوجود مہیا نہ کی جاسکی اور پتہ چلا کہ اس کی محض ایک نقل برٹش لائبریری میں موجود ہے۔ جب کہ اس کی اصل ”رائل ایشیاٹک سوسائٹی“ کے کتب خانے میں سی۔ اے۔ اسٹوری (C.A. Storey) (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۶۷ء) کے استعمال میں تھی اور واپس نہیں آئی۔ اپنے تجسس کے تحت برٹش لائبریری میں جب بھی اس کی عکسی نقل ہی کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی گئی تو یہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ کیوں کہ وہ اپنے مقام پر موجود نہ تھی اور شاید کسی افسر متعلقہ کی تحویل میں رہی اور ہار ہار گزارشوں کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔ مزید بد قسمتی یہ رہی کہ جب ”رائل ایشیاٹک سوسائٹی“ کے کتب خانے میں جا کر اسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی گئی تو وہ وہاں بھی نہ ملی۔ بلکہ وہاں کے متعلقہ عملے نے تو اس کے وہاں وجود ہی سے لاعلمی کا اظہار کر دیا اور مزید تلاش یا

معاذت سے معذوری پیش کر دی۔ یہ صورت حال اگرچہ مایوس کن اور تکلیف دہ تھی لیکن راقم نے ہمت نہ ہاری اور بالآخر ۲۰۰۰ء میں اپنے قیام لندن کے دوران خاص اس مقصد کے لئے وقت نکالا اور ”رائل ایشیاٹک سوسائٹی“ کے کتب خانے میں وہاں کے منتظم ایم۔ جے۔ پولوک (M. J. Pollock) صاحب کی معیت میں متعلقہ اور ممکنہ تمام الماریوں میں خود اسے تلاش کیا جو بالآخر نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ ایک گوشے میں الماری کی سب سے بالائی رد میں ہاتھوں کی رسائی سے بالاتر یہ فہرست موجود تھی۔ پولوک صاحب نے اسے نکالا تو دیکھ کر خود بھی حیران رہ گئے کہ یہ وہی مطلوبہ تھی جو خود ان کی نظر سے آج تک نہ گزری تھی اور نہ اس کی طرف انہوں نے توجہ دی تھی۔ وہ ایک عرصہ سے اس ادارے میں ایک منتظم اور لائبریرین کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے کہ یہ فہرست وہاں کب سے رکھی ہے۔ میرا خیال تھا کہ اسٹوری نے اپنا بے مثال کیٹلاگ Persian Literature: A Bio-Bibliographical Survey مرتب کرتے ہوئے اسے پیش نظر رکھا تھا اور اگرچہ وہ اپنا یہ کیٹلاگ برٹش لائبریری اور انڈیا آفیس لائبریری کے فارسی مخطوطات ہی کو بنیاد بنا کر مکمل کر رہے تھے۔ لیکن یہ اور بات ہے کہ انہوں نے اپنے مآخذ و مصادر کی فہرست میں کہیں کسی جگہ اس کا اندراج نہیں کیا۔

اس فہرست کے مرتب سید علی بلگرامی الہیہ حد ذہن، لائق اور وسیع النظر عالم تھے اور کئی زبانیں: عربی، فارسی، بنگالی، سنسکرت، گجراتی، تملو، ہندی، انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، اطالوی اور لاطینی جانتے تھے۔ مطالعہ اور تصنیف و تالیف و ترجمہ کے ساتھ ساتھ کتابیں جمع کرنے کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور اسی ذوق کی تسکین کی خاطر خود ایک وسیع اور نادر کتب خانہ ترتیب دے لیا تھا جس میں دس ہزار کتابیں موجود تھیں۔ ۱۲ء علم اور اس کے فروغ سے ہمیشہ شغف رہا۔ آخر عمر میں علی گڑھ کالج کے معاملات میں دلچسپی لیتے رہے۔ حیدرآباد میں سرکاری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ایک سرشتہ علوم و فنون قائم کیا تھا جس کا مقصد اردو زبان میں تصنیف و تالیف اور ترجمے کے ذریعے علمی کتب میں اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ اس سرشتہ کے تحت دکن کی تاریخ پر متعدد کتابیں

تالیف وترجمہ ہوئیں۔ ۱۳

خود ان کی اپنی قلمی کاوشوں میں ان کے زیادہ تر مبسوط کام تراجم پر مبنی ہیں۔ ایک مترجم کی حیثیت میں انہیں شہرت فرانسیسی مؤرخ گستاویلی بان (Gastavlebon) کی کتابوں: (۱) ”تمدن عرب“ اور (۲) ”تمدن ہند“ کے تراجم سے ملی ان کے علاوہ ایک اور فرانسیسی مؤرخ موسیو سید یو (Sedeuo) کی تصنیف کا ترجمہ ”تاریخ عرب“ کے عنوان سے شروع کیا تھا، لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ یہ کتاب عربی زبان میں ترجمہ ہو چکی ہے تو انہوں نے مزید ترجمہ روک دیا اور جس قدر ترجمہ کر لیا تھا اسے ”مخزن“ (اگست ۱۹۰۷ء) میں شائع کر دیا۔ فرانسیسی زبان سے ان کتابوں کے علاوہ دو سفر ناموں کے ترجمے ”سلسلہ آصفیہ“ کی جلد اول اور دوم کے طور پر کئے جو یہ ہیں:

(۳) ”دکن میں جے بی نیورن، ایک فرانسیسی تاجر کی سیاحت“ (مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۷ء) اور

(۴) دکن میں موسیو تھیونو ایک فرانسیسی کی سیاحت (مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۷ء)

انگریزی زبان سے بھی انہوں نے کتابیں ترجمہ کیں جو یہ ہیں:

(۵) ”اصول قانون طلب“ (میڈیکل جیورس پروڈنس) مصنفہ جے ڈی گریٹیلس (مطبوعہ آگرہ

۱۸۹۲ء) اور اسی مصنف کی

(۶) ”جنگ ٹرانسوال“ (مطبوعہ آگرہ ۱۹۰۰ء)

(۷) ”نظام اکبری“ مصنفہ جی بی مایسن (مطبوعہ حیدرآباد، سندھ نادر)

ان تراجم کے علاوہ خود ان کی درج ذیل تصانیف کا پتہ چلتا ہے:

(۸) ”غار ہائے ایلورا کا گائیڈ“

(۹) ”حیدرآباد کے اقتصادی و طبقات ارضی معدنیات“

(۱۰) ”فارسی کی تعلیمی قدر و قیمت بمقابلہ سنسکرت پر ایک نوٹ“ ۱۵

(۱۱) ”تاریخ انگلستان“ (مطبوعہ آگرہ ۱۸۸۸ء)

- (۱۲) ”کلیہ و دمنہ کی تاریخ اور ماخذ اور کتب خانہ اسکندر یہ کی تحقیق“ (مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۲ء) ۱۶
- (۱۳) ”تاریخ دکن“ حصہ اول (آغاز سے بیجا نگر کی فتح تک) (مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۷ء)
- (۱۴) ”تاریخ دکن“ حصہ دوم (عادل شاہی اور قطب شاہی مملکتوں کی تاریخ) (مطبوعہ آگرہ ۱۹۰۰ء)

(۱۵) ”سنسکرت ادب میں یورپین اسکالروں کا حصہ“، قلمی مسودہ مخزنہ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، دہلی، اوراق ۱۷، سنہ ندارد، بحوالہ صلاح الدین خان، تصنیف مذکور ص ۱۳۴۔

- (۱۶) ”ویڈک لٹریچر“ مقالہ مطبوعہ مخزن ستمبر ۱۹۰۵ء
- (۱۷) ”طلسم اعضائے انسانی“، مطبوعہ ”مخزن“، ۱۹۰۷ء قبل ازیں رسالہ ”حسن“ حیدرآباد میں شائع ہوا تھا۔ ۱۷

اس علمیت اور لیاقت کے حامل اسکالر کا انتخاب ”دہلی کلکیشن“ کی فہرست سازی کے لئے کوئی معنی رکھتا ہے۔ جب کہ اس وقت تک اور بعد میں بھی برٹش لائبریری یا انڈیا آفس لائبریری کی جتنی بھی فہرستیں مرتب ہوئیں انہیں مستشرقین یا مقامی اسکالر نے مرتب کیا تھا۔ سید علی بکرامی ۱۹۰۱ء میں انگلستان منتقل ہوئے تھے کہ ۱۹۰۲ء میں انہیں ”دہلی کلکیشن“ کی جمع و ترتیب اور فہرست سازی کے لئے مقرر کر لیا گیا۔ ایک معاصر شہادت کے مطابق وہ مترجم کاغذات عربی و فارسی کے طور پر تین سو پونڈ سالانہ پر ملازم ہوئے تھے۔ سید مظہر علی سندیلوی ”ایک نادر روزنامہ“ مشمولہ ”خدا بخش جرنل“، شمارہ ۵۶، ۱۹۹۰ء، ص ۲۶۲

ایک خاندانی روایت کے مطابق اس ذخیرے میں موجود کتابوں کو از سر نو ترتیب دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یوں کہ یہ کتابیں مشرق کی مختلف زبانوں میں تھیں اور وہ زبان دانی کے لحاظ سے دیکھتے ہیں اس لئے انہیں اس کام پر مامور کر دیا گیا۔ ۱۸

”دہلی کلکیشن“ کے کیٹلاگ میں کوئی تحریر یا عبارت ایسی نہیں جس سے پتہ چل سکے کہ بکرامی نے اس ذخیرے کی ترتیب اور اس کے کیٹلاگ کے لئے کیا اہتمام کیا اور انہیں کن مسائل و

مشکلات کا سامنا رہا؟ اس ذخیرے کی ترتیب میں ان کی کیا کوششیں شامل رہیں اور اس کام کا آغاز کب اور کن ہدایات کے تحت کیا اور کب تک اس کام میں مصروف رہے؟ آیا انہیں صرف فارسی مخطوطات کی فہرست سازی کے لئے ہی مقرر کیا گیا تھا یا عربی، اردو وغیرہ کے مخطوطات کی ذمہ داری خود انہوں نے قبول نہ کی؟

یہ کیٹلاگ صرف فارسی زبان کے مخطوطات کا احاطہ کرتا ہے جن کی تعداد ۱۵۵۰ ہے۔ فارسی کے علاوہ اس ذخیرے میں عربی (۱۹۵۰)، اردو (۱۰۱)، پنجابی (۳۰)، پشتو (تعداد کا علم نہیں) کے مخطوطات شامل ہیں۔ ۱۹ کیٹلاگ میں کوئی تفصیل یا وضاحت موجود نہیں، نہ ہی کوئی تمہید یا پیش لفظ شامل ہے۔ یہاں تک کہ سرورق بھی موجود نہیں۔ مرتب کا نام تک مکمل نہیں لکھا، صرف بلگرامی لکھا گیا ہے۔ یہ انگریزی زبان میں ہے اور ٹائپ شدہ ہے۔ کاغذ کا سائز A4 ہے اور یہ تین حصوں پر مشتمل ہے لیکن ایک ہی جلد میں مجلد ہے۔ کل اوراق ۶۹۰ ہیں، جن پر صرف ایک جانب متن ٹائپ ہوا ہے اور دوسرا صفحہ سادہ ہے، جلد پر صرف پشتے کی جانب اوپر Catalogue of the Persian Delhi Manuscripts لکھا ہے اور درمیان میں Bilgiramی تحریر ہے اور نیچے C.A. Storey بلاک سے چھاپے گئے ہیں۔ اس پر C.A. Storey لکھا ہونا اور اس کا Storey کے ذخیرے میں موجود رہنا ظاہر کرتا ہے کہ اس کے استعمال میں رہا ہے۔ لیکن اس کے مرتبہ مذکورہ بالا صحیفہ کیٹلاگ میں اور اس کی فہرست مآخذ میں کسی جگہ اس کا کوئی حوالہ شامل نہیں جو تعجب خیز ہے۔

راقم الحروف کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اس کیٹلاگ میں شامل اہم مخطوطات کا تعین کر کے ان کی تفصیلات یا مندرجات پر نظر ڈالی جاتی، یہاں ذیل میں صرف موضوعات کی ایک فہرست درج کر دی جاتی ہے جس سے اس ذخیرے کا ایک سرسری اندازہ لگانا ممکن ہو جائے گا۔ اس وقت برٹش لائبریری میں یہ بات سننے میں آئی تھی کہ اس کیٹلاگ کو نظر ثانی کے بعد شائع کرنے کا منصوبہ برٹش لائبریری کے شعبہ علوم شرقیہ کے ارباب بست و کشاد کے پیش نظر ہے۔

لیکن اب تک ظاہر نہیں ہوسکا کہ یہ کام کس مرحلہ میں ہے؟ راقم الحروف نے اس کیٹلاگ کو دیکھتے ہوئے جو یادداشتیں درج کر لی تھیں۔ ان معلومات سے قطع نظر جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ انہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

فہرست مشمولات میں ترتیب نمبر کے دوران متعدد نمبر شمار چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ گویا ان مخطوطات کو فہرست میں شامل کرنے کے لئے ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ شاید ایسے مخطوطات فارسی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہوں گے۔ نمبروں کی ترتیب میں پہلا نمبر ذخیرہ دہلی کا قدیم نمبر ہے۔ جب کہ ان کے مقابل تو سین میں بلگرامی کا دیا ہوا نمبر ہے۔ کیٹلاگ ۳ حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں ۸۰ تا ۸۷ مخطوطات، حصہ دوم میں ۸۷ تا ۱۱۶ اور حصہ سوم میں ۱۱۶ تا ۲۶۵ مخطوطات کی فہرست ترتیب دی گئی ہے۔

ذخیرہ دہلی کی فہرست میں ترتیب نمبروں میں ۲۶۵ تا ۲۶۰ کوئی نمبر شمار حذف نہیں ہوا ہے جب کہ بلگرامی کی ترتیب نمبر شمار میں کہیں کہیں نمبر محذوف ہیں اور ۱۵۵۰ نمبروں کے درمیان ۳۸ نمبر موجود نہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ بلگرامی نے ۱۵۵۰ مخطوطات میں سے ۱۵۱۲ مخطوطات کا کیٹلاگ بنایا ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ انہوں نے یہ مخطوطات کیوں چھوڑ دیئے؟ انہوں نے بہ لحاظ موضوعات جو کیٹلاگ ترتیب دیا ہے اس کی فہرست یہ ہے۔

حصہ اول

موضوعات ۲۰

تفاسیر اور اصول تفسیر

مخطوطہ نمبر

۱-۶۵ (۱-۳۳)

۶۶-۱۰۶ (۳۵-۷۷)

۱۰۷-۱۵۹ (۷۸-۱۲۳)

۱۶۰-۱۶۲ (۱۲۴-۱۲۵)

۱۶۳-۳۲۱ (۱۲۶-۲۲۰)

احادیث

اور ادو وظائف

اصول فقہ

فقہی کتب

(۲۲۲-۲۲۱)۳۲۳-۳۲۲	قانون وراثت
(۲۵۳-۲۲۶)۳۶۲-۳۲۳	عقائد اور مسلک
(۳۲۶-۲۵۷)۴۵۱-۳۶۳	علم الکلام
(۴۱۷-۳۲۷)۵۰۲-۴۵۲	قواعد زبان
(۴۲۹-۴۲۰)۵۳۷-۵۰۳	خطابت
(۵۰۷-۴۳۱)۶۹۰-۵۳۸	انشاء خطوط نویسی
(۵۶۷-۵۰۸)۷۹۱-۶۹۱	لغت و لغت نویسی
(۶۳۰-۵۶۹)۸۷۰-۷۹۲	تاریخ و سوانح
	حصہ دوم
(۷۸۳-۶۳۱)۱۱۲۱-۸۷۱	تاریخ سوانح
(۷۸۸-۷۸۵)۱۱۲۵-۱۱۲۲	علم قیافہ
(۷۹۷-۷۸۹)۱۱۵۳-۱۱۲۶	منطق وجدلیات
(۸۰۶-۷۹۸)۱۱۷۱-۱۱۵۵	فطری تاریخ
(۸۷۷-۸۰۷)۱۲۶۶-۱۱۷۲	طب
(۸۹۹-۸۷۳)۱۳۰۵-۱۲۶۷	مواعظ خطبات
(۹۵۳-۹۰۲)۱۳۸۳-۱۳۰۶	اخلاقیات
(۱۱۳۲-۹۵۴)۱۶۶۷-۱۳۸۳	تصوف
	حصہ سوم
(۱۱۹۸-۱۱۴۴)۲۰۵۱-۱۶۶۸	تصوف
(۱۲۰۲-۱۲۰۰)۲۰۶۰-۲۰۵۲	خواب نامے
(۱۲۰۹-۱۲۰۳)۲۰۷۷-۲۰۶۱	احکام و فرائین

معیات	۲۰۹۵-۲۰۹۸ (۱۲۱۳-۱۲۱۰)
علم عروض	۲۱۰۱-۲۰۹۶ (۱۲۲۰-۱۲۱۳)
دواوین	۲۱۰۲-۲۳۲۷ (۱۲۲۱-۱۲۲۰)
ریاضی اور علم نجوم	۲۳۲۸-۲۵۳۳ (۱۳۲۳-۱۳۷۵)
جادو اور علم رمل	۲۵۳۵-۲۵۵۵ (۱۳۹۱-۱۳۹۹)
موسیقی	۲۵۵۶-۲۵۶۳ (۱۵۰۰-۱۵۰۲)
متفرق	۲۵۶۴-۲۶۰۵ (۱۵۰۳-۱۵۵۰)

اگرچہ یہ کیٹلاگ ”ذخیرہ دہلی“ کے مخطوطات پر مشتمل ہے لیکن اس کی ترتیب کا کام ”رائل ایشیائٹک“ سوسائٹی نے تیار کیا تھا اور اسی لے اس کا اصلی نسخہ سوسائٹی کے کتب خانے میں محفوظ رہا۔ یقیناً یہی اے اسٹوری کے پیش نظر بھی رہا لیکن اس سے استفادے کا حوالہ اس کے مرتبہ کیٹلاگ کی فہارس مآخذ میں شامل نہیں۔ یہ بھی یقینی ہے کہ اسے دیگر مستشرقین یا اسکالرز نے بھی ملاحظہ کیا ہو جیسے محمود شیرانی نے جو کچھ عرصہ لندن میں رہے۔ خیال ہے کہ اس ذخیرے میں شامل مخطوطات برٹش لائبریری کے مقررہ دستور اور نظام کے تحت اسکالرز اور کتب خانوں کو عاریتاً بھیجے بھی جاتے رہے اس لیے ان سے مزید افراد نے استفادہ کیا ہوگا۔ اس میں نہایت قدیم اور نادر مخطوطات کا اندراج جیسے غالب کا ایک فارسی دیوان بھی اس میں موجود تھا۔ لیکن اس جیسے مخطوطات تلاش کے باوجود بھی اس ذخیرے میں دستیاب نہ ہوئے۔ اب جب تک کہ برٹش لائبریری اس کیٹلاگ کو جسے ترتیب دینے اور نظر ثانی کے لئے وہاں کی ایک کیٹلاگ ساز اسلٹامس ویمس معروف ہیں، شائع نہ کر دیئے۔ اس کے بارے میں اور اس ذخیرے کے بارے میں درست معلومات حاصل نہ ہو سکیں گی۔

حواشی

۱۔ دی۔ اے اسمتھ "Akbar the Great, Mughal, 1542-1605" (V.A. Smith)

"The Empire of the (Laet De Joannes) ۳۰۸ء، لائے دی جونے (دہلی، ۱۹۵۸ء) ص ۱۰۸-۱۰۹
Great Moghal" انگریزی ترجمہ ہے۔ ایس۔ ہولی لینڈ (J. S. Holyland) (بمبئی، ۱۹۲۸ء) ص

۲۔ قاضی محمود الحق اور سلیم قریشی "برٹش لائبریری کے اردو ذخیرے" (لندن، ۱۹۸۶ء) ص ۱۷، ایس۔ سی۔ سٹن
۳۔ ان کا ایک مستند جائزہ: عبدالحی حبیبی "ظہیر الدین محمد بابر شاہ" (کابل، ۱۳۵۱س) ص ۵۷-۷۴؛ اے ایچ مانو
"The Collected works of Babur Preserved at the (EIJ) Mano)
Memoirs of the research: Sultanti Library in Tehran" (توکیو، ۱۹۹۹ء)
۴۔ "The Babur Nama" ترجمہ، ترتیب اور تعلق: ڈبلیو۔ ایم۔ تھیکسٹن (W. M. Thackston)
(آکسفورڈ، ۱۹۹۶ء) ص ۳۱۹۔

۵۔ معاصر تذکروں سے اس کا شاعر بہ ثابت تھا۔ لیکن اس کے دیوان کی دستیابی سے یہ امر متحقق ہو گیا۔ تفصیلات
کے لئے: حافظ شمس الدین احمد "دیوان ہمایوں بادشاہ" "مشمولہ" "معیار" (پٹنہ، جولائی، اگست ۱۹۳۶ء) ص
۳۱۳-۳۱۵، اسے ڈاکٹر ہادی حسن نے مع انگریزی ترجمہ "دیوان ہمایوں بادشاہ" کے نام سے مرتب اور شائع کیا،
حیدرآباد دکن، ۱۹۵۸ء

۶۔ عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ" انگریزی ترجمہ: ڈبلیو۔ ہیگ (W. Haig) (کلکتہ ۱۹۲۵ء) جلد سوم،
ص ۳۲۱

۷۔ اسمتھ، تصنیف مذکور، ص ۳۰۷-۳۰۸
۸۔ ابو الفضل نے اس کتب خانے کی قدرے تفصیل بیان کی ہے: "آئین اکبری" تصحیح سید احمد خان (حالیہ عکسی
اشاعت، علیگڑھ ۲۰۰۵ء) ص ۸۲-۸۴

۹۔ قاضی محمود الحق اور سلیم قریشی، تصنیف مذکور، ص ۱۶-۱۷
۱۰۔ مطبوعہ لندن، ۵ جلدیں و متعدد حصص، ۱۹۵۳ء تا ۱۹۹۷ء

۱۱۔ بلگرام کے ایک معزز خاندان سے تعلق تھا۔ جد امجد سید کرم حسین شاہ اودھ کی جانب سے کلکتہ میں ایسٹ انڈیا
کمپنی کے گورنر جنرل کے دربار میں سفیر مقرر تھے۔ ۱۸۴۰ء میں فوت ہوئے۔ (غالب سے دوستی تھی اور غالب کے
مشہور قطعہ "چکنی ڈلی" کی تخلیق کے محرک بھی کرم حسین تھے۔ حامد حسن قادری "داستان تاریخ اردو" (کراچی،

۱۹۸۸ء) ص ۶۹، عبدالرؤف عروج ”بزم غالب“ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۳۲۳-۳۲۴ نیز تفصیلات کے لئے مالک رام، مقدمہ ”مغل رعنا“ غالب (دہلی ۱۹۷۰ء) ص ۱۵-۱۸ ان کے دو فرزند سید زین الدین حسین اور سید اعظم الدین حسین نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تعلیم پائی۔ اور دونوں نے انگریزی ملازمتیں اختیار کر کے اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ سید علی بلگرامی اول الذکر کے فرزند ہیں۔ ۱۰ نومبر ۱۸۵۱ء کو پیدا ہوئے اور عربی فارسی کی تعلیم گھر پر مکمل کر کے سرکاری اسکول میں داخلہ لیا اور پھر لکھنؤ کے کینک کالج میں دو سال تعلیم حاصل کی اور ۱۸۷۴ء میں پٹنہ کالج باگی پور میں داخل ہو کر کلکتہ یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ سنسکرت ان کا اختیاری مضمون تھا۔ پھر وہ انجمنہ نگ کی تعلیم کے لئے رز کی کالج میں داخل ہوئے، لیکن ۱۸۷۶ء میں سر سالار جنگ اول (۱۸۲۹ء-۱۸۸۳ء) کی ملازمت اختیار کی اور ان کے ساتھ انگلستان گئے اور وہاں ”رائل اسکول آف مائنس“ میں ارضیات میں ایسوسی ایٹ کا امتحان کامیاب کیا۔ اور ساتھ ہی لندن یونیورسٹی سے داخلے کا امتحان کامیاب کیا اور اختیاری مضامین کے طور پر جرمنی اور فرانسیسی زبانوں کو منتخب کیا۔ واپسی پر یورپ کے ملکوں کا سفر کرتے ہوئے اطالوی اور لاطینی زبانیں سیکھنے کے لئے چند ماہ اٹلی میں قیام کیا۔ ۱۸۷۹ء میں واپس ہندوستان آئے اور حیدرآباد میں مملکت آصفیہ کی ملازمت سے منسلک ہوئے اور دس سال تک تعلیمات، ریلوے اور مائنس کے محکموں میں خدمات انجام دیں، اس عرصے میں ۱۸۸۹ء میں ایک تحقیقی عربی مجلے ”الحقائق“ کی ادارت کے فرائض انجام دیے، جس میں خود بھی لکھتے رہے۔ یہ مجلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہا۔ ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۲ء تک مدراس یونیورسٹی سے سنسکرت کے محتمن کی حیثیت سے منسلک رہے۔ ۱۸۹۱ء میں عربی میں اعلیٰ لیاقت کی وجہ سے انہیں ”شمس العلماء“ کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے مملکت آصفیہ کی ملازمت سے سبکدوشی حاصل کی اور انگلستان چلے گئے جہاں ۱۹۰۲ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں مراٹھی زبان کے استاد کی حیثیت سے ان کا تقرر ہو گیا اسی سال انڈیا آفس لندن نے انہیں ”دہلی کلیکشن“ کے فارسی مخطوطات کی ترتیب اور فہرست سازی کے لیے مقرر کیا۔ لندن میں قیام کے دوران وہ ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے کوشاں رہے اور محمدن اینگلو اور نیشنل کالج علی گڑھ ایسوسی ایشن لندن کی سرگرمیوں میں شریک رہے (ایس کے بھٹناگر، History of the M.A.O College Aligarh (بمبئی ۱۹۶۹ء، ص ۱۵۹-۲۰۱) عمر کے آخری سال انہوں نے ہر دوئی میں گزارے۔ ۲ مئی ۱۹۱۱ء کو بلگرام میں انتقال ہوا۔

حالات زندگی اور علمی خدمات کے لئے مذکورہ بالا کے علاوہ: مولوی عبدالحق ”چند ہم عصر“ (کراچی ۱۹۵۹ء) ص ۶۷-۱۰۷، سید غلام پیچشمشاؤ ”حیدرآباد کے بڑے لوگ“ (حیدرآباد، ۱۹۵۷ء) ص ۸۷-۱۰۵، بک لینڈ، سی۔ ای (C.E. Buckland) "Dictionary of Indian Biography" (لندن، ۱۹۰۶ء) ص ۴۱، نریش کمار جین Muslims in India, A Biographical Dictionary جلد

اول (دہلی ۱۹۷۹ء) ص ۱۳۳-۱۳۴، این۔ کے سنگھ، "Encyclopedia of Muslim Biography" جلد ۲، (دہلی ۲۰۰۱ء) ص ۱۵۰-۱۵۱

کتب خانے کے لئے: محمد سلیمان علوی "تحفۃ الطلاب" (آگرہ۔ ۱۹۰۰ء) ص ۷۸-۷۹، شیخ علماء

الدین اور آر کے راوٹ "Libraries and Librarianship During Muslim Rule in India" (دہلی، ۱۹۹۶ء) ص ۲۱۴-۲۱۵

۱۲۔ "فہرست کتب عربی، فارسی و اردو ترکی وغیرہ، موجودہ کتب خانہ سید علی بکرامی"۔۔۔۔۔ (حیدر آباد، ۱۹۰۱ء)

۱۳۔ مولوی عبدالحق، تصنیف مذکور، ص ۷۸

۱۴۔ مطبوعہ آگرہ علی الترتیب ۱۸۹۸ء اور ۱۹۱۳ء

۱۵۔ ان تینوں تصانیف کا حوالہ مولوی عبدالحق (تصنیف مذکور ص ۷۶) اور حامد حسن قادری، تصنیف مذکور ص ۷۰، (۷۰) میں ملتا ہے۔

۱۶۔ اول الذکر ان کا وہ خطبہ تھا جو انہوں نے "محض انجی کیشنل کانفرنس" کے اجلاس منعقدہ علی گڑھ ۱۸۹۱ء میں پیش کیا تھا، جس کی توصیف سید احمد خان اور جسٹس سید محمود نے کی تھی، جو شریک جلسہ تھے، (پنجاہ سالہ تاریخ آل انڈیا مسلم انجی کیشنل کانفرنس مرتبہ دفتر کانفرنس، مطبوعہ بدایوں ۱۹۲۳ء، ص ۴۳) کلید و دمنہ اور اس کے اردو ترجموں پر ڈاکٹر گیان چند نے اپنی تصنیف "اردو کی نثری داستانیں" (لکھنؤ ۱۹۸۷ء، ص ۴۴۲-۴۸۲) میں خوب داد و تحقیر دی ہے اور اس کی تاریخ و تراجم پر متعدد مآخذ سے استفادہ کیا ہے، لیکن یہ فیاضانہ مقالہ ان کے پیش نظر نہ رہا۔

آخر الذکر غالباً ان کا وہی مقالہ ہے جو جرمن اسکالر خان لولودولف کریل (Von Ludolf Krail) کے مقالے (۱۸۷۸ء) کا اردو ترجمہ ہے۔ اور نیشنل آرکائیوز آف انڈیا دہلی میں محفوظ ہے۔

صلاح الدین خان "Urdu Manuscripts, A Discriptive Bibliography

of Urdu Manuscripts in Delhi Libraries" (دہلی، ۱۹۷۷ء) ص ۴۶

۱۷۔ بحوالہ حامد حسن قادری، تصنیف مذکور، ص ۷۱۵

۱۸۔ سعادت علی خان، "خواب و خیال" (یاداشتیں) مشمولہ "آج کل" (دہلی، جون ۱۹۶۱ء) ص ۲۰

۱۹۔ ایس۔ سی سٹن (S.C. Sutton) "A Guide to the India Office Library with

a note on the India Office Records. (لندن، ۱۹۶۷ء) ص ۳۴-۳۵-۳۷، ۸۷

۲۰۔ موضوعات انگریزی میں تحریر ہیں، جنہیں یہاں اردو میں تحریر کیا گیا ہے۔

۲۱۔ محمد سلیم قریشی، برقی کتب بنام راقم الحروف، مورخہ ۲۵، اپریل ۲۰۰۶ء